زبانوں میں اخذ واستفادہ کی خصوصیت

(عربی زبان کا خصوصی جائزہ)

ڈاکٹر حفصہ نسرین

افراد کی مانند زبانوں کی حیات میں بھی بقا کی جنگ ہوتی ہے۔بعض اوقات ایک زبان دوسری زبانوں کے غالب آجانے سے پوری طرح مٹ جاتی یا کمزور ہوجاتی ہے اور اس کے بالمقابل دوسری زبانیں زیادہ طاقت ور ہوجاتی ہیں۔کسی بھی زبان کی بقا اورنمو وترقی کا انحصار اس کی صلاحیت اخذ وقبول پر ہے۔جس زبان میں اتنی وسعت ہوگی کہ وہ وقت اور حالات کے ساتھ تبدیل ہوسکے اور جدید تقاضوں یعنی نئی اشیا، نئے نظریات وغیرہ کے لیے مکمل اور صحیح ذخیرۂ الفاظ فراہم کر سکے اور اگر نہ ہو تو ان کو دوسری زبانوں سے اخذ کر سکے، وہی زبان زندہ اور باقی رہ سکتی اور ترقی پا سکتی ہے۔جس زبان میں یہ خوبی نہ ہو اول تو اس کی بقا مشکل ہوتی ہے اور اگر باقی رہے بھی تو مقامی اور علاقائی زبان سے زیادہ درجہ اسے نہیں مل سکتا۔مثلاً Basque اور Iceland کی زبانیں۔کہا جاسکتا ہے کہ یہ زبانیں تو چھوٹے علاقوں سے تعلق رکھتی ہیں، جن کو ہم مقامی زبانیں بھی کہہ سکتے ہیں، لیکن عالمی منظرنامے پر نظر ڈالیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ بعض بہت ترقی یافتہ ممالک کی زبانیں بھی اسی طرح محدود ہیں، مثلاً جاپانی زبان اپنے اندر اس حد تک وسعت نہیں رکھتی کہ عالمی زبان بن سکے۔وہ صرف جاپان کی حد تک محدود ہے، لہٰذا جاپانی تاجر مجبور ہیں کہ دنیا کے دیگر ممالک سے رابطوں کے لیے دوسری زبانیں سیکھیں، کیونکہ ان کی زبان میں ذرا بھی وسعت نہیں ہے۔اس کے برعکس عربی اس وقت عالمی زبانوں میں سے ایک اہم زبان ہے۔اسلام کی زبان ہونے سے قطع نظر اس میں پائی جانے

والی وسعت، اخذ وقبول کی زبردست صلاحیت اس کی نمو اور ارتقا کا باعث ہے اور اسی نے اس کو عالمی زبان کے درجہ پر پہنچا دیا ہے۔ لاطینی زبان ایک طویل عرصہ تک برتر زبان کے طور پر دنیا پر راج کرتی رہی اور یہ ہر کسی کی زبان بن گئی تھی کیونکہ یہ زبان علم وفن عیسائیت اور نظام قانون سے وابستہ تھی اور اس میں یہ صلاحیت تھی کہ نئی اصطلاحات و الفاظ اور نئی تراکیب کو اپنے قالب میں ڈھال کر انھیں اپنا سکے۔ پھر انگریزی ایک ایسی زبان ہے جو دنیا کے ہر حصے میں کسی نہ کسی حد تک بولی جاتی ہے اور اسے ہر کسی کی زبان کا درجہ حاصل ہو چکا ہے، اس کی سب سے اہم وجہ اس کی وسعت اور اخذ وقبول کی صلاحیت ہے[۱]۔ اس صلاحیت سے عاری زبان پہلے تو جمود کا شکار ہوتی ہے، پھر آہستہ آہستہ ختم ہو جاتی ہے۔ پس زبانوں کی بقا، استحکام اور ترقی اور نشو ونما کے لیے اخذ واستفادہ، دیگر زبانوں سے الفاظ لینے اور ان کو اپنے قالب میں ڈھالنے کی صلاحیت کا ہونا ضروری ہے۔

دنیا کی مختلف زبانوں کا باہمی میل جول کا ایک لازمی امر ہے اور ایک ایسی ضرورت ہے جس سے کسی طرح مفر ممکن نہیں۔ انسانوں کے مابین تبادلہ خیالات اور رابطے کا ذریعہ زبان ہی ہے۔ لہٰذا جب بھی کوئی دو زبانیں بولنے والے لوگ کسی بھی مقصد کے تحت باہم ملتے ہیں تو ایک دوسرے کی زبان سے اخذ بھی کرتے ہیں اور اس کو متأثر بھی کرتے ہیں، کیونکہ بات سمجھنے اور سمجھانے کے لیے ایسا کرنا ان کی مجبوری ہوتی ہے، اسی لیے جو زبان اخذ وعطا کے عمل کو جاری رکھتی اور آگے بڑھاتی ہے اور اس میں تغیّر پیدا کرتی ہے وہی زندہ رہتی ہے۔ یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ کوئی زندہ زبان بالکل خالص ہو اور اس پر کسی دوسری زبان کے اثرات نہ پڑیں[۲]۔

زبانوں میں باہم اخذ واستفادہ کے عوامل

ایسے بہت سے عوامل ہیں جن کے سبب مختلف اقوام اور مختلف زبانیں بولنے والے افراد کے مابین رابطہ ہوتا ہے، جس کے نتیجے میں زبانیں مستقل ردّ وبدل کی کیفیت سے دوچار ہوتی ہیں۔ مثلاً حکومتوں کا بدلنا، پھیلنا اور ختم ہونا، مذہبی اصولوں یا نظاموں کا بدلنا، کسی علاقے

کے لوگوں میں کسی نئے مذہب کا پھیلنا، مختلف زبانیں بولنے والی اقوام کے مابین تجارتی یا پڑوسی ہونے کے ناطے قائم ہونے والے تعلقات، ہجرتیں، فتوحات، جنگیں وغیرہ، یعنی ہر وہ واقعہ جس میں مختلف زبانیں بولنے والے افراد آپس میں ملیں جلیں، اس کے اثرات ان دونوں کی تہذیبوں اور زبان پر لازماً پڑتے ہیں، بلکہ معمولی سا تہذیبی یا ثقافتی رابطہ و تبادلہ بھی زبان پر بہت زیادہ اثر انداز ہوتا ہے[۳] اور ان دونوں زبانوں میں، جو آپس میں ملتی ہیں، ایک دوسرے کے الفاظ شامل ہوجاتے ہیں۔ اس عمل کو اصطلاحاً Borrowing (یعنی مستعار لینا) کہا جاتا ہے[۴]۔ M.S. Memlen اس عمل کو Language Mixing کے نام سے موسوم کرتا ہے[۵]۔ یہ ایک قدرتی عمل ہے اور اس کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی خود زبانوں کی۔

ذیل میں ان چند عناصر کا اجمالی تذکرہ کیا جارہا ہے جو زبانوں میں اخذ واستفادہ، تبدیلی اور الفاظ وکلمات اور تراکیب کے مستعار لینے کا باعث بنتے ہیں۔

۱۔ نقل مکانی

جب ایک گروہ یا قوم نقلِ مکانی کرکے کسی دوسری جگہ جابستی ہے، جس کے باشندے کوئی مختلف زبان بولتے ہیں تو ان کی زبانوں کا باہم رابطہ لازماً ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کو آپس میں بات کرنے اور مافی الضمیر بیان کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور جب یہ ضرورت اشاروں، کنایوں سے پوری نہ ہوسکے تو دونوں زبانوں کا باہم گھلنا ملنا بھی لازم ہوجاتا ہے۔ یوں زبانوں کو باہمی امتزاج کا بھرپور موقعہ ملتا ہے۔ اس موقعہ پر الفاظ مستعار لیے دیے جاتے ہیں اور ایک زبان کے الفاظ، جملے اور ترکیبیں دوسری زبان میں شامل ہوجاتے ہیں۔[۶]

۲۔ طویل جنگیں اور عسکری فتوحات

طویل جنگیں مختلف قوموں اور مختلف زبانیں بولنے والے گروہوں کو باہم ملنے جلنے کا بھرپور موقعہ فراہم کرتی ہیں، اس کے نتیجہ میں زبانوں میں ربط ضبط اور اخذ وقبول ہوتا ہے۔ جیسے کہ جنگ عظیم دوم میں جرمنی، فرانس اور انگلستان کے باہمی تعلقات نے ان کی زبانوں کو

خوب متأثر کیا، اسی طرح فرانس کی اٹلی سے جنگ طرفین کی زبانوں پر بہت زیادہ اثر انداز ہوئی ہے۔اسی نکتے کو تاریخی پس منظر میں دیکھیں تو ایران و یونان کے مابین جنگ، جو خشیارش (xerxes) کے عہد میں ہوئی، اس میں اس کی فوج میں شامل لیبیائی، عربی، فینیقی، ہندی، حبشی، غرض یہ کہ بہت سی اقوام کو ایک طویل عرصہ میں باہم مل کر رہنا پڑا اور پھر مخالف قوم یعنی یونان سے بھی ان کے تعلقات رہے۔اتنی طویل قرابت نے ان دونوں کی زبانوں کو خوب متأثر کیا۔[۸]

پھر اگلے مرحلہ میں یعنی جنگ کے بعد جب کوئی ایک قوم فاتح اور دوسری مفتوح بن جاتی ہے تو مفتوح قوم کی تہذیب و ثقافت اور اس کی زبان فاتح قوم سے لازماً متأثر ہوتی ہے اور بالعموم مفتوحین اپنی زبان چھوڑ کر فاتح کی زبان اپنا لیتے ہیں[۹]۔ ایک مشہور مقولہ ہے: "Language of the ruler rules"۔ پھر دونوں یعنی فاتح اور مفتوح کے مابین شادیوں کا سلسلہ چل پڑتا ہے اور یہ بھی زبانوں کے باہمی امتزاج کا اہم سبب بنتا ہے۔ علاوہ ازیں فاتح لوگوں کے گھروں میں مفتوح قوم کے افراد بطور غلام کام کرتے ہیں اور یوں طرفین کی زبانوں کو میل جول کا موقع ملتا ہے اور زبانیں اخذ وقبول کے عمل سے گزرتی ہیں۔[۱۰]

عسکری فتوحات کے نتیجے میں دو زبانوں کا میل جول دو طریقوں پر ہوتا ہے:

۱- دونوں گروہوں کی فطری ضرورت ہوتی ہے کہ آپس میں بول چال کے لیے ایک دوسرے سے اصطلاحات و الفاظ لے کر اپنی زبان میں شامل کرلیں اور ایک دوسرے سے مانوس ہوں۔

۲- اکثر فاتح گروہ اپنی زبان کو جبری طور پر نافذ کر دیتا ہے، جیسا کہ افریقہ میں ہوا۔ یعنی فرانس نے افریقہ کے ایک حصے، خاص طور سے قرطاجنہ اور تونس وغیرہ پر قبضہ کیا تو وہاں فرانسیسی زبان کو جبراً نافذ کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج بھی وہاں دوسری زبان کے طور پر ملک کے بیش تر لوگ فرانسیسی بولتے ہیں اور قریباً سبھی اس سے مانوس ہیں[۱۱]۔ یونان نے روم کو فتح کیا تو وہاں یونانی زبان رائج ہوئی اور وہ رومی زبان میں اس طرح گھل مل گئی کہ دونوں کی اصطلاحات کو ایک دوسرے سے ممیّز کرنا نہایت مشکل ہے، کیونکہ سلطنت روما کے زیادہ تر باشندے رابطے کی زبان کے طور پر صرف یونانی بولنے لگے تھے[۱۲]۔ اسی طرح سکندر نے جب

مصر فتح کیا تو اس نے وہاں یونانی زبان بالجبر نافذ کی اور یہ ضروری قرار دیا کہ جو شخص حصول تعلیم یا کسی عہدے کے حصول میں دلچسپی رکھتا ہے وہ یونانی زبان سیکھے اور یونانی میں اپنی تعلیم مکمل کرے۔ اس طرح یونانی پڑھنے لکھنے کو لازمی قرار دے دیا گیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں رائج مصری/قبطی زبان میں یونانی زبان کے بے شمار الفاظ شامل ہو گئے[۱۳]۔ یہی معاملہ اس وقت بھی ہوا جب سلطنتِ روم نے دنیا کے بیش تر مقامات پر فتح حاصل کی۔ اس نے لاطینی زبان کو مختلف مفتوحہ علاقوں میں اپنی جڑیں گہری کرنے کا موقعہ دیا اور مصر کی مانند روم کے مفتوحہ علاقوں میں بھی لاطینی سیکھنے کو لازمی قرار دیا گیا[۱۴]۔ روم کی حکومت ایک عرصہ تک دنیا پر قائم رہی۔ اہلِ روم نے علاقوں کو صرف فتح نہیں کیا، بلکہ وہاں کے انتظامی امور کو اپنے ہاتھ میں رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ لاطینی کو مرکزی زبان کے طور پر نافذ ہونے کا موقعہ ملا اور اس نے فرانسیسی، اطالوی، پرتگالی اور ہسپانوی زبانوں کو وجود بخشا۔ اسے رابطے کی زبان ہونے کا درجہ بھی حاصل رہا[۱۵]۔ البتہ تاریخ میں اس کے برعکس مثالیں بھی محفوظ ہیں کہ فاتح قوم نے مفتوح کی زبان کو اپنایا، مثلاً منگولوں نے بغداد کو تباہ و برباد کیا اور اس پر قبضہ کیا، لیکن بعد میں انھوں نے اسلام قبول کرلیا اور عربی بولنے لگے، پھر انھوں نے عربی ہی کو رائج بھی کیا۔[۱۶]

۳- مذہب

کسی زبان کو کسی دوسرے علاقہ میں رائج کرنے کا ایک اہم محرک مذہب بھی ہے۔ جب بھی کسی علاقے میں کوئی نیا مذہب متعارف ہوگا تو اس سے تعلق رکھنے والی زبان بھی ضرور اپنائی جائے گی۔ مثلاً قبل از اسلام ایران کا مذہب 'زرتشت' عربوں کے ہاں بھی پایا جاتا تھا، لوگوں کی ایک تعداد اس کی پیروکار تھی۔ اب چونکہ اس کی تعلیمات اور مقدس کتابیں پہلوی زبان میں تھیں، لہٰذا عرب میں پہلوی زبان متعارف ہوئی۔ عربی پر پہلوی اور بعد کی فارسی کے جتنے بھی اثرات ہیں وہ بہت حد تک عرب میں زرتشت مذہب کے متعارف ہونے کا نتیجہ ہیں[۱۷]۔ عربی اسلام کی زبان ہے، چنانچہ جہاں بھی اسلام پھیلا عربی کو اولیت کا درجہ ملا۔ اسی طرح انگریزی اور فرانسیسی کو عیسائیت کی زبان ہونے کی وجہ سے اہمیت دی گئی۔ مشرقی افریقہ

میں سواحلی زبان بھی مذہب کی وجہ سے پھیلی۔ حبشہ میں امہری زبان پھیلانے کے خلاف مسلم اقلیت کی جانب سے مزاحمت کی گئی۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ عیسائی چرچ کی نمائندہ زبان ہے اور تبلیغ عیسائیت کے منصوبہ کے تحت اس کو رائج کیا جارہا ہے [۱۸]۔ انگریزی نے لاطینی سے جو الفاظ مستعار لیے ان کو عموماً تین ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے، ان میں ایک اہم دور وہ ہے جس میں عیسائی مشنری اتنی سرگرم تھی کہ اس کے ذریعے لاطینی مذہبی مصطلحات کثیر تعداد میں انگریزی میں آئیں۔ مثلاً altar، baptist، guilt، alms، pope، monk، aposhe، abbess وغیرہ۔ [۱۹] جاپان میں کثیر تعداد میں چینی راہب آیا کرتے تھے۔ انھوں نے مذہب کو پھیلایا تو ساتھ ہی چینی زبان بھی جاپان میں پھیلی اور اس نے جاپانی زبان کو متاثر کیا۔ اسی طرح جو راہب جاپان سے دوسرے ممالک یا براعظم ایشیا کے کسی حصہ میں گئے وہاں انہوں نے جاپانی کو متعارف کرایا۔ [۲۰]

۴- تجارت

تجارت سے زبانوں کو باہم میل جول کا بہترین موقعہ ملتا ہے، کیونکہ تجارتی روابط میں مختلف اقوام کو ایک دوسرے سے بات چیت اور معاملات طے کرنے کے لیے لازماً ایک دوسرے کی زبان جاننی پڑتی ہے۔ بعض مصنوعات ایک قوم خود تیار نہیں کرتی، بلکہ وہ کسی دوسری قوم سے لیتی ہے، یا کچھ چیزیں ایسی ہیں جو کسی علاقہ میں پیدا ہوتی ہیں اور کسی میں نہیں، تو جس علاقہ میں جس چیز کی پیداوار نہیں ہوتی وہ اسے دوسری جگہ سے لیتی ہے اور اس کا نام بھی لیتی ہے [۲۱]۔ پس دنیا کی متعدد زبانوں میں تکنیکی، عسکری اور تجارتی اصطلاحات، جانوروں، اشیائے خوردونوش اور پودوں کے نام وغیرہ مستعار لیے جانے کے واضح ثبوت ملتے ہیں [۲۲]۔ مثلاً قدیم عہد میں یونانیوں نے تجارت کے ذریعے اپنی تہذیب و ثقافت اور مذہب کے ساتھ زبان کو بھی اس حد تک پھیلا دیا کہ تمام مشرق وسطیٰ میں یونانی ہی بولی جانے لگی۔ [۲۳]

بین الاقوامی تجارت ایک ایسا عمل ہے جس کے سبب مضبوط معیشت کے حامل ملکوں کے لوگ بھی دنیا کی دیگر زبانوں پر عبور حاصل کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں، تاکہ اپنے معاملات

طے کر سکیں۔ اس طرح دوسری زبانیں جن سے ان کو واسطہ پڑتا ہے کسی نہ کسی حد تک ان کی زبان پر اثر انداز ہونے لگتی ہیں، مثلاً جاپان جیسے ملک کے تاجر بھی اقوام عالم سے تجارتی معاملات کے لیے ان کی زبانیں: عربی ہسپانوی، انگریزی اور دیگر زبانیں سیکھتے ہیں۔[۲۴]

فینیقی، جو تاجر تھے، دنیا کے ہر ملک سے ان کی تجارت ہوتی تھی، انہی کے ایجاد کردہ حروف ابجد کو اہل یونان نے پھر رفتہ رفتہ ساری دنیا نے اپنایا[۲۵]، یہ جہاں بھی تجارت کے لیے جاتے وہاں کی زبان سیکھتے اور وہاں کے لوگوں میں گھل مل جاتے۔ یوں انہوں نے دنیا کے تقریباً تمام ممالک کو باہم متعارف کرایا اور ان کی زبانوں کو خلط ملط کر دیا۔ اسی طرح جزیرۂ عرب، جو بین الاقوامی تجارت کے لیے ایک پُل تھا اور خود اہل عرب بھی تجار تھے، ان کی زبان میں فارسی، چینی، ترکی، ہندی، حبشی، یونانی، رومی، عبرانی، افریقی، مصری، غرض دنیا کی ہر زبان کے الفاظ موجود ہیں۔ بُصریٰ جو عرب کا معروف بازار تھا اور دنیا کے مختلف ممالک کے تجار کی ملاقات کا مرکز تھا، یہاں کی زبان دنیا کی تمام زبانوں کا ایک ملغوبہ بن چکی تھی۔ اسی طرح عکاظ کا بازار عرب کے تمام لہجات کا ایک مرکز تھا۔[۲۶]

۵-حکومتی اثر ورسوخ

کسی علاقے میں کسی بیرونی طاقت یا حکومت کی اجارہ داری اور اثر و رسوخ بھی زبان پر اثر انداز ہوتا ہے، مثلاً جزیرۂ عرب میں حیرہ نامی شہر فارسی حکومت سے منسلک اور ان کے زیر اثر تھا۔ لہٰذا وہاں کے عرب فارسی زبان کو عرب میں متعارف کروانے اور اسے رائج کرنے کا اہم سبب بنے۔ اسی طرح بنوغسان روم سے منسلک تھے، لہٰذا وہ لاطینی زبان کو عرب میں رائج کرنے کا ذریعہ بنے۔ تدمر میں یونانی زبان کا استعمال بھی روم کے ذریعے ہوا[۲۷]۔ مصر میں اسکندریہ کی بنیاد سکندر نے رکھی، اس کے بعد یہاں یونانی زبان اس حد تک رائج ہوئی کہ مقامی یہود نے عبرانی چھوڑ کر یونانی کو مکمل طور پر اپنالیا اور اپنا سارا مذہبی لٹریچر یونانی میں ترجمہ کرنے لگے، حتی کہ ان کی اگلی نسل تک تالمود اور تمام مذہبی معلومات عبرانی کے بجائے یونانی کے ذریعے پہنچیں۔[۲۸]

۶- جغرافیائی قرب:

کوئی بھی دو زبانیں جو ایک دوسرے کے پڑوس میں بولی جاتی ہوں، وہ ایک دوسرے کو لازماً متأثر کرتی ہیں۔ دونوں میں اخذ و استفادہ کا عمل انجام پاتا ہے۔ جیسے عربی زبان، فارسی، لاطینی اور حبشی زبانوں سے ہمسایگی کے تعلقات رکھتی تھی۔ عرب کے شعراء رومی و فارسی درباروں سے وابستہ تھے، اس کے علاوہ عوام کے درمیان بھی باہم آزادانہ میل جول تھا۔ اس کے نتیجے میں عربی زبان نے ان تینوں زبانوں کے بہت سے الفاظ اپنے اندر شامل کیے ہیں۔

گویا کسی بھی سبب سے جب کوئی زبان کسی دوسری زبان سے ملتی ہے تو دونوں پر اس میل جول کے گہرے اثرات پڑتے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کو الفاظ دیتی اور اس سے لیتی ہیں اور یہ تعلقات جتنے قدیم ہوتے جائیں اتنے ہی دونوں زبانوں پر ایک دوسرے کے اثرات بڑھتے چلے جاتے ہیں۔[۲۹]

اخذ و استفادہ کے طریقے

اخذ و استفادہ کا یہ عمل دو انداز میں انجام پاتا ہے:

۱- کسی بھی قسم کے رابطے کے نتیجے میں ایک زبان دوسری زبان پر غالب آجاتی ہے۔ مثلاً جب کسی زبان کے بولنے والے زیادہ ہوں، لیکن ایسا غلبہ صدیوں میں ہو پاتا ہے، اور اس طویل عرصہ کے بعد بھی اس زبان میں بہت سے الفاظ و اصطلاحات مغلوب زبان سے شامل ہو جاتی ہیں۔ مثلاً بلغاریوں کو سلاویوں سے واسطہ پڑا تو ان کی زبان زوال پذیر ہوگئی۔ بعض اوقات کوئی زبان حضارت وثقافت اور ذخیرۂ الفاظ کے حوالے سے زیادہ بھرپور اور وسیع ہوتی ہے، لہٰذا اس کی فتح ہو جاتی ہے، جیسے لاطینی پر یونانی کا غلبہ اور عربی زبان کا دیگر تمام سامی زبانوں پر غلبہ اور بعض اوقات ایک زبان اپنی تراکیب، ذخیرۂ الفاظ اور اسلوب و آہنگ میں بہت عمدہ اور فصیح ہونے کے سبب دوسری زبان پر غالب آجاتی ہے۔ اس زبان کے بولنے

والوں کی حضارت اور تمدنی پس منظر بھی اس کے غلبہ میں مُمدّ و معاون ثابت ہوتا ہے۔اس کی مثال کے طور پر یونانی زبان کو پیش کیا جا سکتا ہے۔[۳۰]

۲- دوسری صورت یہ ہے کہ زبانوں میں باہمی میل جول کے نتیجے میں اخذ واستفادہ کا عمل تو ہوتا ہے،لیکن کوئی زبان غالب نہیں آتی، بلکہ دو یا دو سے زائد زبانیں ساتھ ساتھ چلتی ہیں ۔اس صورتِ حال کو ذولسانی (Bilingualism) یا کثیرلسانی (Multilingualism) کہا جاتا ہے،یعنی دو زبانوں یا کئی زبانوں کا بیک وقت استعمال[۳۱] مثلاً یونانی زبان لاطینی پر غالب تو آ گئی،لیکن اسے بالکل ختم نہیں کرسکی، جرمن لاطینی کے ساتھ ساتھ چلتی رہی،عربی زبان نے ایران میں اہم مقام تو حاصل کرلیا،لیکن فارسی مکمل طور پرختم نہیں ہوئی، اندلس کی اپنی زبان عربی کے آنے اور رائج ہونے کے بعد بھی باقی رہی۔ ہندوستان میں انگریزی وسیع پیمانے پر استعمال ہوتی رہی، لیکن ہندی زبانوں پر غالب نہیں آسکی[۳۲]۔لیکن اہم بات یہ ہے کہ اس صورت میں بھی زبانیں ایک دوسرے سے مفردات، اسلوب، آداب، کلمات، الفاظ سب کچھ لیتی ہیں اور ایک دوسرے پر گہرے اثرات چھوڑتی ہیں[۳۳]۔ چنانچہ عربی و فارسی زبانوں نے کثیر تعداد میں ایک دوسرے سے الفاظ مستعار لیے ہیں ۔اسی طرح ترکی زبان میں کثیر تعداد میں عربی کے الفاظ پائے جاتے ہیں، حالانکہ ترک حکومت نے ترکی کو ہی رائج کیا،لیکن عربی کا اثر بہرحال بہت قوی رہا ہے۔[۳۴]

عربی زبان کا جائزہ

گذشتہ صفحات میں زبانوں کے میل جول اور اقتراض الفاظ کے جتنے بھی محرکات و عوامل بیان کیے گئے ان سب کا سامنا عربی زبان کو بھی تھا۔عسکری حملوں کی صورت اگر چہ براہ راست نہ تھی، مگر رومیوں اور فارسیوں کا عرب میں قیام ان کی طاقت کے سبب ہی تھا، انہوں نے یہاں مستقل ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ پھر فارس کے تعلقات عربوں کے پڑوس میں ہونے کے سبب بھی تھے۔لخم و جذام کے قبائل اہل مصر و اقباط کے پڑوسی تھے۔عرب کے ساحلی علاقوں میں ہندو بستیاں بھی تھیں، جن سے اہل یمن کے قریبی تعلقات تھے۔ پھر اہل حبشہ سے بھی ان

کے قریبی روابط تھے۳۵۔ سب سے بڑا ذریعہ تجارت تھی، جس نے عربوں کو ساری دنیا سے جوڑ رکھا تھا۔ ان عوامل کے پیش نظر عربی زبان میں ان سب زبانوں کے الفاظ آ گئے۔ سریانی، عبرانی، یونانی، رومی، نبطی، حبشی، ہندی، فارسی، قبطی، ہر زبان کے الفاظ معاجم عربیہ کا حصہ ہیں ۳۶۔ چنانچہ ملبوسات اور اشیائے خورد ونوش کے نام فارسی سے، مذہبی مصطلحات حبشی اور عبرانی وسریانی سے، خوشبوؤں اور مصالحہ جات کے نام اور تجارتی اصطلاحات ہندی (ہندوستان کی متعدد زبانوں) سے اور اسی طرح قبطی اور بعض دیگر زبانوں سے الفاظ مستعار لے کر عربی میں شامل کیے گئے ۳۷۔ ظہورِ اسلام سے بہت پہلے عربی زبان تمام ہمسایہ ممالک، جن سے اہل عرب کے تجارتی تعلقات تھے، ان کی زبانوں سے متأثر ہو چکی تھی۔ اس نے اپنے ارتقا کے طویل دور میں ہر اس زبان سے اخذ واستفادہ کیا جس سے اس کے تعلقات رہے۔ یوں عربی وسیع تر اور اس کا معجم زرخیز ہوتا چلا گیا۔ آج بھی تعریب کا یہ سلسلہ جاری وساری ہے اور نئی نئی مصطلحات اور اسماء واعلام عربی میں اپنا راستہ اور مقام پا رہے ہیں۔

دنیا کی ہر زندہ زبان کی مانند عربی زبان میں بھی یہ خوبی پائی جاتی ہے کہ وہ دوسری زبانوں کے اچھے الفاظ کو اپنے اندر سمو لیتی ہے۔ اس میں تمام زندہ زبانوں کے الفاظ شامل ہیں۔ اخذ واستفادہ کا یہ سلسلہ جو کم از کم یعرب بن قحطان کے زمانہ سے شروع ہوا، آج بھی جاری وساری ہے ۳۸۔ عربی میں یہ خوبی بھی پائی جاتی ہے کہ وہ متأثر بھی ہوتی ہے اور متأثر بھی کرتی ہے۔ عربی زبان نے دنیا کی زندہ جاوید اور ایک طویل تاریخ کی حامل زبان ہونے کے حوالے سے افادہ اور استفادہ دونوں سے کام لیا، یعنی اس نے دوسری زبانوں کو ان گنت الفاظ وکلمات اور تراکیب دیں اور خود اپنا دامن بھی دوسری زبانوں کے الفاظ کے لیے کھلا رکھا۔ سن عیسوی کے آغاز سے آٹھ سو سال قبل بھی ہمیں اس امر کے ٹھوس ثبوت ملتے ہیں کہ عرب نہ صرف خود تاجر تھے جو پوری دنیا میں تجارت کے سلسلے میں آتے جاتے تھے، بلکہ عالمی تجارت میں ان کا کردار بڑا اہم رہا ہے۔ انہیں دنیا کی تقریباً ہر قوم سے ملاقات کا موقعہ ملتا رہا ہے۔ ان کے قرب وجوار میں غیر عربی اقوام آباد تھیں، جن سے ان کے کثیر الانواع تعلقات تھے۔ باہمی معاملات طے کرنے اور گفتگو وغیرہ کے لیے ایک دوسرے کی زبان سے واقفیت ضروری تھی۔

اس کے نتیجے میں عربی زبان میں بہت سے غیرعربی الفاظ شامل ہوتے چلے گئے ۳۹۔ خاص طور پر تجارت کے پہلو سے دیکھا جائے تو بہت سی اشیاء ایسی تھیں جو ایک جگہ ہوتی تھیں اور دوسری جگہ نہیں ہوتی تھیں، ان کے نام بھی فطری طور پر چیز کے ساتھ ہی مستعار لے لیے جاتے تھے۔ اسی طرح اعلام، اجناس، شہروں وغیرہ کے نام بھی مستعار لیے جاتے تھے۔ ان سب عوامل نے عربی زبان پر گہرے اثرات مرتب کیے اور بہت سے غیرعربی الفاظ جن میں سے بیش تر کا تعلق اسماء سے تھا، عربی میں آ گئے۔ عموماً اس قسم کے الفاظ کو دخیل یا معرب کہا جاتا ہے۔ ۴۰

ایک طرف تو تجارت اور جغرافیائی قُربت کے سبب معاجم عربیہ میں اضافہ ہوتا رہا، دوسری طرف عربی میں غیرعربی الفاظ کی شمولیت کا ایک اہم سبب عربوں کی اپنی زبان کو پھیلانے اور اس میں خوب صورت اور عمدہ الفاظ کے اضافے کی خواہش رہی ہے۔ اس کے پیش نظر انہوں نے ہر زبان سے، جس سے ان کے تعلقات رہے، عمدہ الفاظ لیے اور ان کو اپنی زبان کے اسالیب وقوامیس میں ڈھال کر اپنی زبان کا حصہ بنا لیا۔ ۴۱

جن عرب شعراء کے روابط رومی و ایرانی درباروں سے تھے انہوں نے بھی عربی زبان میں غیرعربی الفاظ شامل کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے بہت سے الفاظ، جن کا تعلق خاص طور پر مادی چیزوں سے تھا، جیسے ملبوسات، کھانے پینے کی چیزیں، نباتات، حیوانات کے اسماء اور معاشی اصطلاحات وغیرہ، روم وایران اور بعض دیگر اقوام کی زبانوں سے لے کر اپنی شاعری میں استعمال کیے۔ یوں یہ مُعرّب الفاظ فصیح عربی زبان کا حصہ بن گئے۔

شعر کو دیوان عرب کہا جاتا ہے۔ اسی نے عربوں کی تاریخ، ان کے آثار، طرزِ حیات، طریقۂ بود و باش غرض یہ کہ ان کی زندگی کے ہر پہلو کو محفوظ رکھا اور یہی شاعری عربی زبان وادب کی تحقیقات میں نحویین ولغویین کے لیے رہ نمائی اور مصدر کی حیثیت رکھتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''جب تم قرآن میں کوئی ایسا لفظ پاؤ جس سے تم واقف نہ ہو تو جاہلی شاعری کی طرف رجوع کرو، اسی سے عربی سیکھی جاتی ہے، کتاب اللہ کے غریب الفاظ و مفاہیم کے اشکالات دور کیے جاتے ہیں اور احادیث رسولؐ، آثار صحابہ وتابعین کے غریب

الفاظ کے مفہوم سمجھے جا سکتے ہیں۴۳۔ البتہ یہ صرف عربی زبان ہی کا خاصّہ ہے کہ وہ الفاظ کو اپنے قالب میں یوں ڈھال لیتی ہے کہ اُن کی عجمیّت محسوس نہیں ہوتی۔ دنیا کی اور زبانیں اس خوبی سے محروم ہیں اور وہ اس خوب صورتی سے الفاظ کو اپنے اندر نہیں سمو سکتیں۔

عربی زبان پر دوسری زبانوں کے اثرات

ذیل میں عربی زبان پر دوسری زبانوں کے اثرات کا اجمالی تذکرہ مثالوں کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے:

(الف) فارسی زبان

کہا جاتا ہے کہ عربی زبان نے سب سے زیادہ کسبِ فیض فارسی زبان سے کیا ہے۔ کیونکہ اہل فارس عربوں کے قریب ترین پڑوسی تھے اور ہر زبان اپنے ہم سایہ ممالک کی زبان سے لازماً متأثر ہوتی ہے، لہٰذا عربی پر فارسی کے گہرے اثرات نظر آتے ہیں۴۴۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ عربوں کے اہل فارس سے تجارتی تعلقات تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ حیرہ میں فارسی حکومت کے قیام کی وجہ سے بھی اہل عرب اور عربی زبان پر فارسی تہذیب و ثقافت اور فارسی/ ایرانی زبانوں کے اثرات پڑے۔ مزید برآں شعرائے عرب کی ایران کے شاہی دربار تک بھی رسائی تھی، یوں ایک طرف تو معاشرے میں فارسی مصنوعات کو فروغ ملا دوسری طرف عربی زبان میں فارسی/ پہلوی الفاظ در آئے۔ ولادت نبویؐ سے قبل ابتدائی عیسوی صدیوں میں اہل عرب کے تعلقات زیادہ تر پہلوی زبان سے رہے، کیونکہ اس وقت ایران میں زیادہ تر یہی زبان رائج تھی۔ چنانچہ اس ایرانی زبان کے بہ کثرت الفاظ عربی میں آ گئے۔ چند معرّب فارسی الفاظ بطور مثال پیش کیے جا رہے ہیں:

ملبوسات کے ناموں میں: سروال، سمور، سنجاب، قاقم، فنک، دلق، الخز، دیباج، تاختج، رانج، سندس۔ اشیائے خور و نوش میں سمیذ، درمک، جردق، جرمازج، الکعک؛ مصالحہ جات میں: دارصینی، کرویا، خولنجان، پھولوں کے ناموں میں: نرجس، بنفسج، نسرین، سوسن، مرزنجوش،

یاسمین، جُلّسان وغیرہ۔ روزمرہ استعمال کی چیزوں میں: نرد، برجیس، طربوش، بابوج، کوز، ابریق، طست، خوان، طبق، کاسہ، خز، طازج، نموذج، فنجان، نیزن، عسکری حوالے سے: صولجان، طیرزین، درفس وغیرہ۔[۴۳]

مکّہ مکّرمہ میں گندم سے تیار ہونے والے ایک کھانے کا نام 'البلاس' معروف تھا۔ ماہرینِ لغت اسے فارسی کے 'پلاس' سے معرب قرار دیتے ہیں۔ 'ضنک' فارسی کے 'تنگ' سے معرب ہے۔ فرسخ کی اصل فارسی کا 'فرسنگ' ہے۔ قیروان فارسی کے کاروان سے معرّب ہے۔[۴۴]

جاہلی شاعری سے بھی بہت سے معربات فارسی کا ثبوت ملتا ہے، مثلاً اعشیٰ کا یہ شعر ملاحظہ کیجیے:

وکسریٰ شھنشاہ الذی سارملکہ   لہ ما اشتھی راح عتیق و زنبق[۴۵]

اس شعر میں 'کسریٰ' کا لفظ استعمال ہوا، جو فارسی اعلام میں سے ہے[۴۶]۔ اسی طرح 'شہنشاہ' بھی فارسی ہی ہے۔

اسی طرح یاسمین، نرجس جو پھولوں کے نام ہیں وہ بھی فارسی سے معرّب ہیں۔ اعشیٰ کا شعر ہے:

وشاھسفرم و یاسمین و نرجس   یصبحنا فی کل دجن تغیما[۴۷]

اعشیٰ ہی کا کہنا ہے:

عدّ ھذا فی قریضٍ غیـــــرہ   واذ کرن فی الشعر دھقانِ الیمن[۴۸]

اس شعر میں دہقان کا لفظ آیا جو کہ فارسی ہے۔

اس طرح عنترہ کا شعر ہے:

یجیب اشارات الضمیر حساسۃ   ویغنیک عن سوطٍ لہ ولِجام[۴۹]

اس میں 'لجام' کا لفظ استعمال ہوا ہے جو فارسی لگام سے معرب ہے۔

(ب) لاطینی/ رومی زبان

رومیوں سے بھی عربوں کے بہت قریبی تعلقات تھے۔ ایک طرف بنوغسان رومی

حکومت کے نمائندے تھے دوسری طرف عرب شعراء کا رومی دربار سے رابطہ تھا۔ پھر تجارت کی وجہ سے بھی ان کے متنوّع الجہات تعلقات تھے۔ ان سب عوامل کے سبب بہت سے لاطینی الفاظ عربی میں داخل ہوگئے۔ یہ براہ راست بھی آئے اور بالواسطہ یعنی دوسری زبانوں کے ذریعے بھی۔

مثلاً ھنباط ایک رومی لفظ ہے، جو سپہ سالار لشکر کے لیے مستعمل ہے اور اسی مفہوم میں یہ عربی میں بھی مستعمل ہے۵۰۔ تربونس حاکم کے لیے استعمال ہونے والا رومی لفظ ہے، قیصر کا لقب Caeser سے، الامبراطور Impero سے، البلاط (شاہ کا محل) Palatium سے ہے۔ اسی طرح نطس رومی زبان کا لفظ ہے، جو کسی بھی فن کے ماہر عالم کے لیے استعمال ہوتا ہے۵۱۔ البطریق از Patri بھی رومی لقب ہے۔

اسی طرح بہت سی تجارتی اصطلاحات رومی/ لاطینی زبان سے عربی میں آئی ہیں۔ مثلاً الأوقیہ (پیمانے کا نام) Uncia سے، القیراط Keration، مُدّ Modius سے، القِسط بمعنی نصف صاع (Custus) سے، قنطرۃ از Ceintrum وغیرہ۔۵۲

(ج) یونانی زبان

یونانی زبان سے عربی کے روابط براہِ راست بھی رہے ہیں اور بالواسطہ بھی۔ دونوں زبانوں کے اختلاط نے اخذ وقبول کے عمل کو مہمیز بخشی اور بہت سے یونانی الفاظ واصطلاحات عربی زبان کی زینت بن گئیں۔ مثلاً الماس، (ایک قیمتی پتھر کا نام) یونانی اذماس سے۔ اِزمیل یونانی Smilee سے اور اُسور یونانی Sparos سے معرّب ہیں۔ اسی طرح انجیل، اقلیم، سندس، عنبر، مرجان، ہیولیٰ، یاقوت وغیرہ یونانی سے معرب ہوکر عربی میں داخل ہوئے ہیں۵۳۔ اسطورہ یعنی قصہ کہانی یونانی istoria سے، اکسیر یعنی دوا یونانی ilixir سے، اِقلید یونانی kleidi سے۔ اسی طرح قدیم عربی شاعری میں بھی بہت سے یونانی الفاظ ملتے ہیں، مثلاً عنترہ کا شعر ہے:

فنهضت اشكو مالقيت لبعدها   فتنفست مسكاً يخالط عنبرا ۵۴

اسی طرح نابغہ کے اشعار میں بھی متعدد یونانی الفاظ ملتے ہیں مثلاً:

ولا زال ریحان و مسک و عنبر　　　علی منتهاه دیمة ثم هاطل ۵۵؎

عنبر یونانی لفظ ہے۔

(د) عبرانی زبان

عبرانی زبان سامی ہونے کے سبب عربی زبان سے بہت مشابہت رکھتی ہے۔ اسے عربی کی بہن قرار دیا جاتا ہے۔ اس زبان سے عربی نے بہت زیادہ استفادہ کیا۔ اس کا ایک اہم سبب یہ بھی تھا کہ یہ عرب میں مقیم یہود کی زبان تھی، لہٰذا اس زبان کے الفاظ عربی میں بہ کثرت نظر آتے ہیں، مثلاً: اسرائیل، جبرئیل، میکائیل، جہنم، صدوقی، فریسی وغیرہ جنھیں خاص طور پر عرب کے یہودی استعمال کرتے تھے اور انہی سے یہ الفاظ عربی زبان میں آئے ۵۶؎۔ عربی کے لفظ شعر کو عبرانی شیر سے ماخوذ قرار دیا جاتا ہے۔ اسی طرح عبرانی کے لفظ 'اویلہ' سے عربی کا عائل (aiyil) بنا، یعنی نوجوان۔ عبرانی میں دانائی کے لیے chokma کا لفظ مستعمل تھا، جب کہ عربی میں ہمیں اسی مفہوم کے لیے حکمۃ کا لفظ ملتا ہے، جسے واضح طور پر عبرانی سے ماخوذ قرار دیا جاسکتا ہے۔ 'آمین' عربی میں عبرانی سے آیا۔ اسی طرح بہت سی مذہبی اصطلاحات مثلاً حج، عاشوراء، کاہن بھی عربی میں عبرانی سے آئیں۔ 'انسان' عبرانی کے ایشان سے ماخوذ ہے کنیسہ اپنی اصل میں عبرانی ہے، جو عربی میں بھی آ گیا۔ 'مجلّہ' عبرانی کے مجلّاۃ سے معرّب ہے۔ اسی طرح توراۃ، ربانیون، عِلّیون بھی عبرانی سے معرّب ہیں۔ مسکین کی اصل بھی غالباً قدیم سامی ہے، ھیت، ھیکل، لاھوت وناسوت سب عبرانی سے معرب ہوئے۔ بہت سے عبرانی نام بھی عربی میں پائے جاتے ہیں، مثلاً یروشلم عبرانی لفظ اُوری شلم سے عربی میں آیا ہے۔ اسی طرح آصف، جو اسم علم ہے، عبرانی زبان کا نام ہے جو عربی میں 'اساف' بن کر شامل ہو گیا۔ ۵۷؎

قدیم جاہلی شاعری میں بھی عبرانی کے الفاظ ملتے ہیں، مثلاً اعشیٰ کے درج ذیل شعر میں لفظ 'ھیکل' آیا ہے:

والهیکل النهده والوسیدة وار　　　جید، ویعطی مطافلا عُطلا ۵۸؎

(ہ) سریانی/آرامی زبان

عبرانی کی مانند سریانی بھی سامی زبانوں میں سے ایک ہے۔ اصلاً یہ آرامی کا ایک لہجہ ہے، لیکن چونکہ عرب میں آرامی کا یہی لہجہ بہ کثرت بولا جاتا تھا اور اسے ایک مستقل زبان ہونے کا درجہ حاصل تھا، اس لیے عربی میں زیادہ تر سریانی کی اصطلاح ہی استعمال ہوتی ہے، تاہم متعدد الفاظ ایسے بھی ہیں جن کو براہ راست آرامی بھی کہا جاتا ہے۔ عرب میں سکونت پذیر نصاریٰ کی زبان ہونے کے حوالے سے یہ زبان بھی عرب میں عام طور پر مستعمل تھی۔ خود عربوں کے بعض قبائل مثلاً نبطی آرامی ہی بولا کرتے تھے۔ فارس کے بعض علاقوں میں بھی آرامی مستعمل تھی۔ اور شام کے عیسائی اسی کا سریانی لہجہ بولتے تھے۔ لہٰذا آرامی و سریانی سے بہ کثرت الفاظ عربی میں آئے ہیں، خاص طور پر صنعت، فلسفہ، ماوراء الطبیعیات کی بہت سی اصطلاحات عبریانی و آرامی سے ہی عربی میں آئی ہیں۔ [۵۹]

'دیوث' کا لفظ عربی میں سریانی سے آیا ہے۔ اسی طرح الإردفل بمعنی شریف آدمی۔ سھر اور ساھور یعنی چاند اور اس کی روشنی/ چاندنی۔ سفر، عدن، ھوناً، رھواً وغیرہ بھی سریانی الفاظ ہیں۔ طٰہٰ، طُور، ربّانی سریانی کے وہ الفاظ ہیں جنھیں فصحائے عرب نے قبول کیا اس وجہ سے وہ قرآن کریم میں بھی مقام پاگئے ہیں۔ [٦٠]

عربی شاعری میں بھی سریانی کے بعض الفاظ ملتے ہیں۔ مثلاً اعشیٰ کہتا ہے:

و آس و خیری، و مرو و سوسن   إذا کان ھنز من ورُحت مُخَّشما [٦١]

اس شعر میں سریانی لفظ ھِنزمن کا استعمال ہوا ہے۔ ھنزمن دراصل نصرانیوں کی عید کا نام تھا [٦٢]۔ ڈاکٹر سعدی غناوی کے مطابق 'جہنم' قدیم آرامی کے لفظ 'کہنام' سے معرّب ہے۔ [٦٣]

(و) ہندوستانی زبانیں

ہندوستان دنیا کا بہت قدیم اور بڑا ملک ہے۔ زمانۂ قدیم سے یہ ملک متعدد

اور متنوّع زبانوں کا گہوارہ رہا ہے۔ یہاں کی اہم اور بڑی زبانیں دراوڑی، پراکرت، پالی اور سنسکرت تھیں۔ ان کے علاوہ یہاں بے شمار زبانیں بولی جاتی تھیں، پھر ان کے علاقائی اور مقامی لہجات تھے۔ ان سبھی لہجات، بولیوں، زبانوں سے عربوں کے روابط زمانۂ قدیم سے رہے ہیں۔ ہندوستان سے عربوں کے تجارتی روابط بہت قدیم ہیں۔ اس وجہ سے ہندی زبانوں نے عربی پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ پھر عمان کے ساحلی علاقہ میں واقع ہندوؤں کی بستیوں سے قائم ہونے والے تعلقات کے نتیجے میں عربوں کا ان سے جو اختلاط رہا اس کے سبب ایک بڑی تعداد میں ہندی الفاظ عربی میں داخل ہوگئے۶۴۔ ہندی سے عربی میں آنے والے زیادہ تر الفاظ کا تعلق خوشبوؤں، مصالحہ جات اور اشخاص واشیا کے ناموں سے تھا۶۵۔ تاہم دیگر بہت سے الفاظ بھی عربی معاجم کی زینت بنے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

سنسکرت سے عربی میں آنے والے الفاظ میں: أرکیلہ، یغنیش، مشکاۃ، ابلعی، اطریفل، أوج، التبط، زُطّ (جاٹ)، لیموں، تنبول، رانج، صندل، عنب، ببر، طاؤس، مصالحہ جات کے اسماء میں فلفل: قرنفل، زنجبیل۔ فلفل کا لفظ سنسکرت کے پیالا یا پپیالا سے معرب ہے۔ زنجبیل سنسکرت 'زنجا بیر' اور ایک رائے کے مطابق 'سونگ ویر' کے لفظ سے مُعرّب ہے۔ البَبّر (شیر کا نام) ہندی سے مُعرّب ہوکر عربی میں آیا۔ اسی طرح صبح، بہاء، سفینہ کے الفاظ سنسکرت سے عربی میں آئے ہیں۔ آنُک، جو ایک دھات کا نام ہے، یہ بھی سنسکرت سے عربی میں آیا۔۶۶

ہندوستان کی بعض دیگر زبانوں کے الفاظ بھی عربی میں ملتے ہیں، مثلاً سندس وطوبیٰ ایک رائے کے مطابق دراوڑی زبان کے الفاظ ہیں۶۷۔ اسی طرح عربی میں 'سمینہ' کا لفظ پالی زبان سے آیا ہے۔ یہ دراصل ایک ہندو جماعت کا نام ہے جو تناسخ کی قائل تھی۔ سَیب پراکرتی زبان سے آیا ہے۔۶۸

(ز) بربری، زنجی اور مغاربہ کی زبانیں

زنجی و بربری اقوام سے اہل عرب کے تعلقات چونکہ بہت قدیم زمانے سے تھے لہٰذا عربی زبان ان افریقی زبانوں سے بھی رابطے میں رہی اور اس نے ان سے بہت سے

الفاظ اخذ کیے۔ قدیم یمنی زبان یَعرُب بن قحطان کے زمانہ سے اپنے قریبی ہمسایوں یعنی ان افریقی قبائل سے بہت متأثر تھی جو افریقہ سے وہاں منتقل ہوتے رہے۔ اس کے سبب افریقی زبانوں کے بہت سے الفاظ عربی میں در آئے۔ خاص طور پر عرب کے معینی لہجہ میں افریقی الفاظ کثیر تعداد میں نظر آتے ہیں ۶۹۔ مثلاً المھل، جس کے معنی عربی میں زِیت یعنی تیل کے ہیں ۷۰، اَبّاً یعنی حشیش، حصب، اَلیم (درد)، منسأۃ (لاٹھی) زنجی زبان کے الفاظ ہیں۔ ۷۱

اسی طرح زَقُّوم کا لفظ افریقی زبان سے آیا، اگر چہ افریقی میں اس کے معنی کھجور اور مکھن کے ہیں۔ جب کہ عربی میں اس سے مراد تھوہر کا درخت ہے۔ اس لفظ کے حوالے سے کتب لغت میں ایک بڑی دلچسپ روایت ملتی ہے کہ جب وہ آیت نازل ہوئی جس میں زَقُّوم کا لفظ آیا ہے، تو قریش اس کے معنیٰ سے ناواقف تھے۔ انہی دنوں ایک افریقی مکّہ آیا۔ اس نے جب یہ بات سنی تو بتایا کہ مکھّن مع کھجور کو ہم زَقُّوم کہتے ہیں۔ اس پر ابوجہل نے مذاق اڑایا کہ اچھا تو یہ وہ چیز ہے جس سے محمدؐ ہمیں ڈراتے ہیں۔ ۷۲

(ح) حبشی زبان

حبشی زبان سامی زبانوں میں سے ایک ہے۔ حبشہ سے عربوں کے تعلقات محتاجِ بیان نہیں ہیں۔ ان تعلقات کے سبب حبشی زبان کے بہت سے الفاظ عربی میں آ گئے۔ ان میں سے زیادہ تر کا تعلق مذہبی مصطلحات سے تھا، مثلاً: 'منبر' کا لفظ حبشی زبان کے 'مبر' سے، 'یٰس' یعنی اے انسان، 'قسورۃ' بمعنی شیر، 'اریکۃ' یعنی تکیہ اور بہت سے دوسرے الفاظ اسی زبان سے مُعرّب ہیں۔ اسی طرح ھَرَج بمعنی قتل، مشکاۃ، کفلین، مصحف، رق وغیرہ۔ ۷۳

حبشی زبان سے خاص طور پر ایسی اصطلاحات بھی آئیں جو بعد میں اسلام میں بھی جگہ پا گئیں۔ چونکہ وہ مقامی زبان (یعنی فصحیٰ عربی) میں سمجھی بولی جاتی تھیں، اسی لیے انہی کو استعمال کیا گیا ان میں حواری، منافق، فطر، منبر، مصحف وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ۷۴

(ط) مصری زبان

مصری یا قبطی زبان سے عربی زبان کے قدیم عہد سے تعلقات رہے ہیں۔ اس کے

سبب دونوں زبانوں میں باہم اخذ و استفادہ ہوا اور بہت سے مصری الفاظ عربی زبان میں آئے، مثلاً نبی کا لفظ قبطی زبان سے عربی میں آیا۔ اس کے معنی عمید الأسرۃ (سربراہ خاندان) کے ہیں۷۵۔ جرجی زیدان کا کہنا ہے کہ یہ لفظ اصلاً قبطی ہے جو یہود کے ذریعے عربی میں آیا۷۶۔ اسی طرح 'مزجاۃ' کا لفظ بمعنی قلیل، بطائن وغیرہ۔۷۷

قبس کا لفظ، جس کے معنی شعلے کے ہیں، عربی میں روشنی کے معنوں میں مستعمل ہے۔ یہ بھی قبطی زبان کا لفظ ہے۷۸۔ بُہاء قبطی زبان میں ایک پیمانے کا نام ہے۔ یہ عربی میں بھی مستعمل ہے۔۷۹

'قبس' قدیم عربی شاعری میں بھی ملتا ہے مثلاً:

فأدبر یکسوھا الرَّغـــــام کأنه علی الصّمد ولآ کام جذوۃ المقبس ۸۰

(ی) ترکی زبان

ترکوں کے ساتھ عربوں کے تعلقات بہت قدیم ہیں، کیونکہ ترکوں کا ایک گروہ فارس کے علاقہ میں زمانۂ قدیم سے آباد تھا، لہٰذا ترکی زبان سے بھی عربی کے روابط رہے اور اس کے متعدد الفاظ عربی میں شامل ہوئے۔ مثلاً: غَسّاق بمعنی شدید ٹھنڈا (ٹھنڈی چیز)؛ اور (شدید اندھیرا) عربی زبان میں آیا۸۱۔ اسی طرح قلَق بمعنی اضطراب وافسوس ترکی زبان سے مُعرّب ہے۔۸۲

(ک) نبطی زبان

نبطی زبان تدمر (جزیرہ عرب کا ایک علاقہ) میں بولی جاتی تھی۔ تدمری ریاست اگرچہ عربوں کی ہی تھی، مگر وہاں آرامی، نبطی اور یونانی زبانیں بھی بولی جاتی تھیں۔ اس ریاست کی زبان نبطی تھی جو متعدد زبانوں کا ملغوبہ تھی۔ اس نے عربی زبان کو بہت متأثر کیا۔ اگرچہ اس زبان کو شمالی عربی ہی کا ایک لہجہ قرار دیا جاتا ہے، تاہم عربی سے یہ کافی مختلف تھی۔ اس زبان سے بہت سے لفظ عربی میں شامل ہوئے، مثلاً: الاِصر بمعنی وعدہ، القِط کا لفظ بمعنی کتاب، ملکوک، الکرخ، مناص، وزر، العروبہ، اکواز، تتبیر وغیرہ۔ اسی طرح صائق بھی نبطی سے

مُعرّ ب ہے۔۸۳؎

جاہلی شاعری میں بھی نبطی معرّبات کی مثالیں ملتی ہیں مثلاً:

أضاء مظلنه بالسـرا جو الليل غامر جُدادها ۸۴؎

اعشیٰ کے اس شعر میں جُد اذا استعمال ہوا، جو نبطی کے کدّ اد سے معرب ہے۸۵؎۔

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں بھی جزیرہ عرب میں دوسری زبانوں کے الفاظ کے وجود کے معتبر دلائل ملتے ہیں۔ مثلاً آنحضور ﷺ نے حضرت زید بن ثابتؓ کو حکم دیا کہ وہ یہود کی زبان سیکھیں۔ چنانچہ انہوں نے عبرانی اور سریانی دونوں زبانیں سیکھ لیں ۸۶؎۔ اس کے بعد انہوں نے کسریٰ کے ایک قاصد سے فارسی سیکھی، پھر آنحضور ﷺ کے حاجب سے رومی زبان سیکھی۔ آپؐ کے خادم سے، جو حبشی تھے، حبشی زبان سیکھی۔ آپؐ کے ہی ایک خادم سے قبطی زبان سیکھی۔ یوں حضرت زید رضی اللہ عنہ متعدد زبانوں کے ماہر بن گئے۔ ۸۷؎

اسی طرح اس بات سے بھی متعدد شواہد ملتے ہیں کہ عرب میں دوسری زبانیں جاننے والے لوگ موجود تھے۔ مثلاً عدی بن زید کو فارسی لکھنے پڑھنے میں بہت مہارت حاصل تھی ۸۸؎۔ ورقہ بن نوفل عبرانی زبان لکھنے پڑھنے کے ماہر تھے۸۹؎۔ غنمؓ بن مالک آنحضورؐ کی طرف سے فارسی، رومی، قبطی، حبشی زبانوں میں خط وکتابت کی ذمہ داری انجام دیا کرتے تھے۹۰؎۔

مذکورہ بالا مثالوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ متعدد زبانوں نے عربی زبان پر گہرے اثرات مرتب کیے اور اس کے معاجم کو وسیع کیا۔ عربی زبان میں پائی جانے والی یہ وسعت عربی کے زندۂ جاوید اور عالمی زبان ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

اس تفصیل سے ثابت ہوتا ہے کہ زبانوں کا اختلاط لازمی طور پر ایک دوسرے پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے اور زبانوں میں تغیّر آتا رہتا ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ زبانیں ایک دوسرے سے الفاظ لے کر انھیں اپنے قالب میں ڈھالتی رہتی ہیں اور وہ الفاظ اس زبان کے ادب کا حصہ بن جاتے ہیں۔ لہٰذا کسی زبان میں پائے جانے والے دوسری زبان کے الفاظ اس زبان کے نقص پر نہیں، بلکہ اس کی وسعت اور زندگی پر دلالت کرتے ہیں۔ اس اعتبار سے عربی زبان بلاشبہ دنیا کی سب سے وسیع اور زندۂ جاوید زبان ہے۔

حواشی ومراجع

1- Ronald Wardbaugh, Language Competition, Oxford, 1st ed. 1987, P:14-15.

2- M.H. Bakalla, Arabic Culture through its Language and Literature, London, 1984, P:66

3- The Cambridge Ancient History, Cambridge University Press 1994, V:I, Part: I, P:127.

4- Dell Hymes, Language in Culture and Society, New York, 2nd ed. 1989, p:496-97; Leonard Bloom Field, Language, Unwin University Press, 2nd ed. 1989, p:444.

5- April M.S. Memalon, Understanding Language Change, Cambridge University Press, 1994, p:200.

6- Terence Ogdin, Language Transfer, New York, 1st ed. 1989, P:6-8.

۷ عبدالواحدالوافی، علم اللغة، المطبعة السلفیة قاہرہ، ۱۹۳۸ء، ص:۱۹۹۔

۸ ہیروڈوٹس، دنیا کی قدیم ترین تاریخ، مترجم: یاسر جواد، لاہور ۲۰۰۱ء، ص:۵۰۹

۹ محمد کرد علی، الاسلام والحضارة العربیة، مکتبة النہضة المصریة قاہرہ، طبع سوم ۱۹۶۸ء، ج:۱، ص:۱۸۲؛ داؤد الحلبی، الالفاظ المغولیة فی اللغة العربیة درمجلّہ المجمع العلمی العراقی، ۱۹۹۵ء، عراق، ج:۱، ص:۳۷۶؛ The Legacy of Cyril Bailey Rome، آکسفورڈ ۱۹۶۲ء، ۱-۳۳۔

10- R.M. Hogg, The Cambridge History of English Language, London 1984, V.I, P:316-318.

11- "Tunis"in Encyclopaedia Americana

12- "History" by Toynbee in The Legacy of Greece, ed. by Richard Living Stone, Oxford 1963, P:304-305.

13- D Lacy O Leary, How Greek Science Passed to Arabs, Routledge Kegan Paul LTD, 1964, p:28

14- Dick Leith, A Social History of English, London 1987, p:13.

15- M.H. Bakalla, Arabic Culture through its Language and Literature, P:67.

۱۶۔ محمد کرد علی، الاسلام والحضارة العربية، ج:۱، ص:۱۲۳۔

17- Ronald Wardbaugh, Language Competition, p:9-10

18- R.M Hogg, The Cambridge History of English Language, V:I, p:305-306.

19- John Whitney, The Cambridge History of Japan, Cambridge University Press, 1975, P:312.

20- April M.S. Memlan, Understanding Language Change, P:201

۲۱۔ وافی، فقه اللغة، ص:۲۰۰

22- Ardian Akmajian, and others, Linguistics, New Dehli, 2001, p:321-322.

23- Ronald Wardbaugh, Language Competition, p:11

۲۴۔ ایڈولف ہالم، تاریخ یونان قدیم، ت: ہارون خان شیروانی، کراچی س.ن.، ج:۴، ص:۱۴

۲۵۔ ہنری لامنس الأب اليسوعی، المذاكرات الجغرافية فی الاقطار السورية، المكتبة الكاثوليكية، بيروت ۱۹۱۱ء، ص:۲۱-۲۴

۲۶۔ سعید الافغانی، اسواق العرب فی الجاهلية والاسلام، م ن، س.ن، ص:۲۴۳، ۳۱۳، ۳۱۴-۳۱۳۔ احمد امین، فجر الاسلام، ج:۱، ص:۱۷؛ Carl Brocklman، History of Islamic People، لندن ۱۹۶۴ء، ص:۷۔

27- Daniel Jermy Silver, A History of Judaism, New York 1963, p:177-178.

28- Abram Leon Sacher, A History of the Jews, New York 1972, p:108.

۲۹۔ وافی، اللغۃ والمجتمع، داراحیاالکتب العربیۃ، مصر،۱۹۴۶ء، ص:۱۸۲-۱۸۵۔

30- Dell Hymes, Language in Culture and Society, P:496-497.

31- "Bilingualism" in Oxford Illustrated Encyclopedia, Oxford University Press, Melbourne, 1992.

۳۲۔ وافی، علم اللغۃ، ص:۱۸۳-۱۹۰۔

۳۳۔ عبدالعزیز بشری، ''کفاح اللغۃ العربیۃ فی سبیل الحیاۃ والنفوذ''، دارالھلال، نومبر ۱۹۳۶ء، ص:۴

34- April M.S., Understanding Language Change, P:201.

۳۵۔ ادی شیر، الالفاظ الفارسیۃ المعربہ، ص:۳

۳۶۔ امین مدنی، تاریخ العربی و بدایتہ، دارالمعارف مصر، س ن، ج:۱، ص:۱۲۷، ۱۳۵

۳۷۔ ادی شیر، الالفاظ الفارسیۃ المعربہ، ص:۳؛ محمد المبارک، فقہ اللغۃ وخصائص العربیۃ، ص ۲۹۶

۳۸۔ ابن فارس، ابی الحسن احمد بن فارسی، الصاحبی فی فقہ اللغۃ، بیروت ۱۳۸۲ھ، ص:۲۷۵، جبرضومط، فلسفۃ اللغۃ العربیۃ وتطورھا، مکتبہ المقتطف والمقطم، مصر ۱۹۲۹ء، ص:۱۲۳

۳۹۔ جرجی زیدان، تاریخ اللغۃ العربیۃ، ص:۶-۱۱

۴۰۔ ازھری، ابومنصور محمد بن احمد، تہذیب اللغۃ، دارالکتاب العربی، ۱۹۶۷ء، بذیل مادہ ''سجل''

۴۱۔ الثعالبی ابومنصور، فقہ اللغۃ، بیروت، س.ن، ص:۱۹۸-۱۹۹

۴۲۔ د. محمد تونجی، نظرۃ فی الصلات العربیۃ الفارسیۃ حتی مطلع الاسلام، دراللسان العربی

۴۳۔ جرجی، تاریخ اللغۃ العربیۃ، ص:۱۲

۴۴۔ الصغانی، العباب الذاخر، بذیل مادہ ''رس خ''، سعدی غناوی، المعجم المفصل فی المعرب والدخیل، ص ۱۹

۴۵۔ دیوان الاعشیٰ، دارصادر بیروت، ۱۹۴۰ء، ص:۱۱۶

۴۶۔ الصغانی، العباب، بذیل ''کسریٰ''؛ ابن درید، جمھرۃ فی اللغۃ، بذیل مادہ ''کسر''

۴۷۔ دیوان الاعشیٰ، ص:۱۸۷

۴۸۔ ایضاً، ص:۲۱۵

۴۹۔ دیوان عنترۃ بن شداد، شرح معانی ومفردات: حمدو طماس، دار المعرفۃ بیروت، طبع اول، ۲۰۰۳ء، ص:۱۷۱

۵۰۔ ابن منظور، لسان العرب، دار احیا التراث العربی، بیروت، س ن، بذیل مادہ ''ھنبط''

۵۱۔ ابن منظور، لسان العرب، بذیل مادہ ''نطس''

۵۲۔ اب ھنریکوس لامنس، فرائد اللغۃ، ج:۱، ص:۲۷۸، ابن فارس، الصاحبی فی فقہ اللغۃ، ص:۶۱، اب ہنری کوس لامنس، فرائد اللغۃ، ج:۱، ص:۲۷۸، الثعالبی، فقہ اللغۃ، ص:۱۹۹، فیروز آبادی، القاموس المحیط، بذیل مادہ ''قسط''؛ ابوالحسن علی بن الحسن، المنتخب من غریب کلام العرب، جامعہ ام القریٰ مکہ، طبع اول، ۱۹۸۹ء، ج۲، ص:۶۰۳؛ احمد حسن الباقوری، اثر القرآن الکریم فی اللغۃ العربیۃ، ص:۳۷، اب ھنریکوس لامنس، فرائد اللغۃ، ج:۱، ص:۲۲۹، ۳۵۳

۵۳۔ رشید عطیہ، معجم عطیہ، فی العامی والدخیل، دار الکتب العلمیہ، طبع اول، ۲۰۰۲ء، ص:۵۷۶، توما آرنلڈ وظفر الدین احمد، سواء السبیل الی معرفۃ المعرب والدخیل، ص۱۰، ۱۱، ۱۲، ۶۶، ۸۳، ۱۱۶، ۱۲۵

۵۴۔ دیوان عنترہ بن شداد، ص: ۱۲۵

۵۵۔ دیوان النابغۃ الذبیانی، ص:۲۷

۵۶۔ اب انستانس ماری الکرملی، نشوء اللغۃ العربیۃ، ص:۶۸

۵۷۔ رشید عطیہ، معجم عطیہ، ص:۵۸۶، المغربی، الاشتقاق والتعریب، ص:۵۸، مصطفیٰ صادق الرافعی، تاریخ آداب العرب، ج۲، ص:۱۶۱؛ جرجی زیدان، تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ، ج:۱، ص:۴۰-۴۱، د.ف عبدالرحیم، القول الاصیل فیما فی العربیۃ من الدخیل، ص:۲۱۴، توما آرنلڈ و ظفر الدین احمد، سواء السبیل الی معرفۃ المعرب والدخیل، مطبعہ دخانی، ۱۹۰۳ء، ص:۳۵، ۵۳، ۸۳، أسعد الحمرانی ''ھیکل'' در موسوعۃ الادیان المیسرۃ، ص:۴۸۸، خفاجی، شفاء الخلیل، ص:۲۶۴، جوالیقی، المعرب، ص:۳۲، د. سعدی غناوی، المعجم المفصل فی المعرب والدخیل، ص:۱۶

۵۸۔ دیوان الاعشیٰ، ص:۱۷۱

۵۹۔ وافی، فقہ اللغۃ، ص:۱۲۳؛ کارل بروکلمان، فقہ اللغات السامیۃ، ت: رمضان عبدالتواب، ریاض، س ن، ص:۲۸

۶۰۔ ابن درید، جمھرۃ، ''ث د ی''، البستانی محیط المحیط، ''اذر''، ابن منظور، لسان العرب، بذیل ''س ھ ر''، محمد صبیح، عن القرآن، ص:۱۲۰-۱۲۱، ابن فارس، الصاحبی فی فقہ اللغۃ، ص:۶۰

۶۱ے دیوان الاعشیٰ ا،ص:۱۸۶

۶۲ے ابن منظور، لسان العرب، بذیل مادہ ''ھنز من''

۶۳ے د. سعدی غناوی، المعجم المفصل فی المعرب والدخیل، ص:۱۶۵

۶۴ے جرجی زیدان، تاریخ اللغۃ العربیۃ، ص:۸؛

۶۵ے مصطفیٰ صادق الرافعی، تاریخ آداب العرب، ج:۲،ص:۱۶۱-۱۶۲

۶۶ے رشید عطیہ، معجم عطیہ فی مرادف العامی والدخیل ص:۵۷۷-۵۷۸، احمد حسن الباقوری، اثر القرآن الکریم فی اللغۃ العربیۃ، ص:۳۷، محمد صبیح، عن القرآن، ص:۱۲۰؛، ف عبدالرحیم، القول الدخیل فیما فی العربیۃ من الدخیل، ص:۲۵، ۳۹، ۶۴، ۱۱۰، ۱۲۰، ۱۲۵، ۲۱۰، توما آرنلڈ وظفرالدین احمد، سواء السبیل فی معرفۃ المعرب والدخیل، ص:۵۷، داؤد جلبی، کلمات فارسیۃ مستعملہ فی عامیۃ الموصل ص:۲۱۰، المغربی، الاشتقاق والتعریب، ص:۵۸-۵۹، الدسوقی شیخ محمد، تھذیب الألفاظ العامیۃ ص:۲۴، سید کرامت حسین، المقدمۃ فی بیان حدوث المصادر الاصلیہ من اللسان العربی فی حکایۃ الاصوات، علی گڑھ ص:۱۱۰، البستانی، محیط المحیط، بذیل ''ببر''، جرجی زیدان، تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ، ج:۱، ص:۴۱، د. سعدی غناوی، المعجم المفصل ص:۱۶-۱۷

۶۷ے د. محمد انصار اللہ نظر، اردو پر تمل کے اثرات، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۴ء، ص:۲۹

۶۸ے ف . عبدالرحیم، القول الاصیل فیما فی العربیۃ من الدخیل، ص:۶۴

۶۹ے محمد امین مدنی، تاریخ العربی وبدایۃ، دار المعارف مصر، س ن، ج:۱، ص:۱۳۵

۷۰ے انیس المقدسی، تطور الأسالیب النثریۃ فی أدب العربی، ص:۴۷

۷۱ے السیوطی، المتوکلی، ص:۱۳

۷۲ے خلیل، العین، بذیل ''زق م''

۷۳ے دسوقی، تہذیب الالفاظ العامیۃ، ص:۲۳؛ الرافعی، تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ، ج:۱، ص:۴۰، السیوطی، المتوکلی، ص:۵-۶، د. سعدی غناوی، المعجم المفصل فی المعرب والدخیل، ص:۴۵۰، جرجی، تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ، ج:۱، ص:۴۰، ابن فارس، ابوالحسین احمد، الصاحبی فی فقہ اللغۃ، بیروت ۱۳۸۲ء، ص:۶۱؛ توما آرنلڈ، ظفرالدین احمد، سواء السبیل الی معرفۃ المعرب والدخیل، ص:۱۱۸

۷۴۔ عبدالمجید عابدین، بین الحبشۃ والعرب، دارالکتب العربی، س ن، ص:۱۰۱-۱۰۳

۷۵۔ دسوقی شیخ محمد، تھذیب الألفاظ العامیۃ، مطبعہ ابوالھول، قاہرہ، طبع اول ۱۹۱۳ء ص:۲۳

۷۶۔ جرجی، تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ، ج:۲ ص:۱۶۱

۷۷۔ سیوطی، المھذب فیما وقع فی العربیہ من المُعرّب، س ن، ص:۲۱، محمد صبیح، عن القرآن، ص:۱۲۰

۷۸۔ المغربی، الاشتقاق والتعریب، ص:۶۰

۷۹۔ جوالیقی، المعرب، ص:۶۲؛

۸۰۔ دیوان الاعشیٰ، ص:۱۰۳

۸۱۔ سیوطی، المتوکلی، ص:۱۲-۱۳

۸۲۔ ف. عبدالرحیم، القول الدخیل فیما فی العربیۃ من الدخیل، ص:۱۲۳

۸۳۔ خفاجی، شفاء الخلیل، ص:۲۵۰، سعدی غناوی، المعجم المفصل، ص:۱۶، د. محمد تونجی، المعجم المفصل فی تفصیل غریب القرآن الکریم ص:۳۱، انیس المقدسی، تطور الاسالیب النثریہ فی الادب العربی، ص:۴۶، سیوطی، المھذب، ص:۲۲، ابن درید، جمھرۃ ''عرب''، محمد صبیح، عن القرآن، ص:۱۲۰، د. محمد ادیب عبدالوافد جمران، معجم الفصیح من اللھجات العربیۃ وما وافق منھا القرآء ات القرآنیۃ ص:۸۷

۸۴۔ دیوان الاعشیٰ، ص:۵۹

۸۵۔ جوالیقی، المعرب، ص:۹۵

۸۶۔ ابن عبدالبر ابوعمرو یوسف بن عبداللہ، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج:۲ ص:۱۱۱

۸۷۔ محمد کردعلی، الاسلام والحضارۃ العربیۃ، ج:۱، ص:۱۷۰

۸۸۔ الاصفہانی، الاغانی، ج:۱، جزو:۲، ص:۳۹۵

۸۹۔ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، بخاری، الجامع الصحیح، موسوعہ الکتب السنۃ، دارالسلام ریاض، ۲۰۰۰ء، ص:۱

۹۰۔ المسعودی ابوالحسن بن حسین، تنبیہ الأشراف، مکتبہ خیاط بیروت ۱۹۶۵ء، ص:۲۸۳۔

☆☆☆